ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

Vol.8 No.2 2024

مزاج فاروق اعظمؓ اور اس پہ تربیت مصطفوی ﷺ کے اثرات

The Disposition of Umar ibn al-Khattab and the Impact of Prophetic Training on Him

Muhammad Ihtisham Ahmad Farooqi
M.Phil. Scholar, Lahore Garrison University, Lahore.
ehtishamahmad911@gmail.com

Danish Javed
M.Phil. Scholar (Islamic Studies), NCBA&E, Lahore.
Hdnish52@gmail.com

Dr. Muhammad Zia Ullah
Assistant Professor of Islamic Studies, NCBA&E, Lahore.
zianoorani@gmail.com

Abstract:

This research article delves into the personality of Umar ibn al-Khattab (RA), commonly known for his stern and assertive nature, and explores how the profound influence of Prophet Muhammad's (PBUH) training shaped his disposition. Despite his reputation for strictness, Umar's character also encompassed a remarkable softness and compassion, attributes that were significantly nurtured under the Prophet's mentorship.

The article, titled "The Disposition of Umar ibn al-Khattab and the Impact of Prophetic Training on Him," focuses on examining the dual aspects of Umar's personality. It analyzes how his initial sternness contributed to his steadfast adherence to religious principles and how his demeanor transformed into one of great gentleness and empathy after embracing Islam.

Through an in-depth analysis of historical texts and Hadiths, the study highlights the specific ways in which the Prophet's teachings and example profoundly influenced Umar's character, leading to his development as a just and compassionate leader. The findings underscore the transformative power of Prophetic training in molding Umar's disposition, demonstrating how the balance of firmness and kindness became integral to his leadership and legacy.

Keywords: Umar ibn al-Khattab،Disposition transformation،Prophetic training،Ethical conduct،Sternness

مزاج فاروق،فاروق اعظم کی نرمی،رسول اللہ تربیت

رسول اللہ ﷺ کے اعلان نبوت کیساتھ ہی رفتہ رفتہ اصحاب آپ کی دعوت پہ لبیک کہتے گئے،اور دیکھتے ہی دیکھتے مسلمانوں کی ایک جماعت تیار ہو گئی۔اب انتہائی اہم مسئلہ ان کی ظاہری و باطنی تربیت تھا،چنانچہ آپ نے اپنے اصحاب کی تربیت پر خصوصی توجہ دی،ان کو ہر چھوٹی سے چھوٹی بات اور بڑے سے بڑا مسئلہ بھی اس انداز سے سمجھاتے کہ سننے والے کے پاس مزید کسی سوال کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔آپ نے انہیں صبر واستقامت زہد و تقوی اور اچھے اخلاق کا خصوصی درس دیا،نیز آپ ﷺ کی تمام اصحاب پر خصوصی نظر تھی۔آپ ﷺ جس میں کوئی عیب دیکھتے تو اس کو اس کے عیب سے اس انداز میں مطلع فرماتے کہ جس سے ناگواری کا احساس بھی نہ ہوتا اور وہ اپنی

اصلاح بھی کرلیتا۔ سنن ابی داؤد میں حضرت خریم الاسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ ملتا ہے، کہ ان کے سر کے بال قدرے لمبے تھے اور تہبند بھی ٹخنوں سے نیچے ہو جاتا تھا۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب میں تشریف فرما تھے۔ان کا تذکرہ آگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے:

((نِعْمَ الرَّجُلُ خُرَيْمٌ الْأَسَدِيُّ، لَوْلَا طُولُ جُمَّتِهِ، وَإِسْبَالُ إِزَارِهِ)) (1)

"خریم الاسدی کتنے ہی اچھے انسان ہیں، اگر انکے سر کے بال بڑھے ہوئے نہ ہوں، اور تہہ بند ٹخنوں سے نیچے نہ لٹکتا ہو"۔

تو حضرت خریم الاسدی کو کسی صحابی کے ذریعے اس بات کا پتا چلا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مجلس میں انکی تعریف کی ہے اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اگر یہ بال چھوٹے کرلیں اور تہبند ٹخنوں سے اوپر اٹھالیں۔ تو حضرت خریم الاسدیؓ نے چھری سے اپنے بال کانوں کی لو تک کر لیے اور تہبند بھی نصف پنڈلی تک اوپر رکھنے کا اہتمام فرمالیا۔

یہ تھی مصطفوی تربیت کہ آپ اپنے اصحاب پر خصوصی نگاہ رکھتے اور ان کی ہر خامی کو دور کرنے کے لئے حد درجہ کوشش کرتے اور ان کی اصطلاح بھی کر دیتے یوں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے اچھے اوصاف کا بھی تذکرہ کرتے ان کی نمایاں خوبیوں کا تذکرہ کرتے اور انہیں اس پر داد بھی دیتے۔

تو حضرت عمرؓ چونکہ بارگاہ نبوی میں ہمہ وقت حاضر رہنے والی شخصیت تھے۔تو اس لحاظ سے آپ کے مزاج پہ تربیت رسول ﷺ کے واضح اثرات تھے۔ آپ کے مزاج میں بے باکی، کھرا پن، شگفتگی سب موجود تھے۔ آپ کا مزاج سختی و نرمی کا خوبصوت امتزاج تھا۔ جس میں سختی بھی تھی اور نرمی بھی۔ آپ کی سختی کے چند ایک واقعات کو ذیل میں بیان کیا جارہاہے۔ اور اگلی فصل میں ہم اس سختی کے اسباب و توجیہات پہ روشنی ڈالیں گے۔

حضرت عمرؓ کو رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے معاملات میں سخت قرار دیا تھا۔

سیدنا انس ابن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ، وَأَشَدُّهُمْ فِي دِينِ اللَّهِ عُمَرُ، وَأَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ، وَأَقْضَاهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَأَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، وَأَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَأَفْرَضُهُمْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينًا، وَأَمِينُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ)) (2)

"میری امت میں سے سب سے زیادہ نرم دل ابو بکرؓ ہیں۔ اور میری امت میں سے دین کے معاملات میں سب سے زیادہ سخت - حضرت - عمرؓ ہیں۔ اور میری امت میں سے سب سے زیادہ صاحب حیا - حضرت - عثمانؓ ہیں، اور میری امت میں سے سب سے بڑے قاضی - حضرت - علیؓ بن ابو طالب ہیں، اور میری امت میں سب سے اچھے قاری - حضرت - ابی بن کعبؓ ہیں، اور میری امت میں سب سے زیادہ حلال و حرام کا علم رکھنے والے - حضرت - معاذ بن جبلؓ ہیں، اور میری امت میں سے سب سے زیادہ فرائض کا علم رکھنے والے - حضرت - زید بن ثابتؓ ہیں، اور سنو بلاشبہ ہر امت میں ایک امین ہوتا ہے، اور اس امت کے امین - حضرت - ابو عبیدہ بن الجراحؓ ہیں"۔

تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث طیبہ میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نرم دل اور جناب عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ کے معاملات میں سخت اور حضرت عثمان کو سب سے زیادہ حیاء اور سیدنا علی المرتضی کو سب سے زیادہ بڑا قاضی قرار دیا۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ باقی لوگوں میں نرمی اور سختی نہیں ہے بلکہ یہ خوبیاں باقی اصحاب میں بھی پائی جاتی ہیں، لیکن ان کی ایک خوبی ایسی نمایاں تھی جو ان کی خصوصیت بن گئی۔ جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ "اَرْحَمُ اُمتی" کے ٹائٹل سے نوازے گئے ایسے ہی سیدنا عمر فاروق "اَشدُهُمْ فِي اَمْرِ الله" کے خطاب سے نوازے گئے۔

ایک حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے بعد میں آنے والی امت کو اپنے بھائی کہا:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول خدا ﷺ ایک روز قبرستان تشریف لائے۔ تو فرمایا: السلام علیکم اے مومنوں کی سرزمین، اور یقینا ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔ اور میری (شدید) خواہش ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھیں۔ اصحاب عرض گزار ہوئے اے اللہ کے رسول ﷺ: کیا ہم آپکے بھائی نہیں ہیں؟۔ تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

((أَنْتُمْ أَصْحَابِي وَإِخْوَانُنَا الَّذِينَ لَمْ يَأْتُوا بَعْدُ)) (3)

"تم لوگ میرے اصحاب ہو اور ہمارے بھائی وہ ہونگے جو ہم سے بعد میں آئیں گے"۔ (یعنی تا قیام قیامت آنے والے تمام مسلمان)۔

اس حدیث مبارکہ میں بعد میں آنے والی امت کو آپ علیہ السلام نے اپنے بھائی قرار دیا ہے۔ایسے ہی جناب ابو بکر کو سب سے زیادہ رحم کرنے والے ،اور جناب عمر رضی اللہ عنہ کو اللہ کے معاملات میں سخت قرار دیا۔تو آپ کی سختی کو بنیاد بنا کر آپ پر یہ اعتراض کرنا کہاں کی دانشمندی ہے۔سیدنا عمر فاروقؓ چونکہ رسول خدا کے حبدار، تربیت یافتہ اور مضبوط ایمان والے راسخ العقیدہ شخص تھے۔اس لئے بعض جگہ پر حدود اللہ کے نفاذ میں سختی بھی کرتے تھے۔کیونکہ یہ سختی آپ کے کامل ایمان اور مضبوط عقیدے کی شاہد تھی۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ قاضی مقرر کرتے تو اس کے اندر یہ (9) نوخوبیاں دیکھتے تھے۔

1) قاضی عقل مند بالغ آزاد اور مسلمان ہو۔
2) مرد ہو۔
3) احکام شرعیہ کا علم ہو۔
4) تقویٰ
5) لوگوں کی ماتحتی سے آزاد ہو۔
6) ذہین وفطین ہو
7) نرمی و سختی کا امتزاج ہو۔
8) بارعب ہو۔
9) مال وحسب والا ہو[(4)]۔

حضرت عمر تو یہ شرائط قاضیوں میں بھی تلاش کرتے تھے کیونکہ آپ کا نظریہ تھا کہ سختی اگر رعایا پر نہ کی جائے تو رعایا نافرمان ہو جاتی ہے۔ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ ابو مریم کو معزول کر دوں گا اور اس کی جگہ اس شخص کو قاضی مقرر کروں گا جسے دیکھ کر فجار خوفزدہ ہو جائیں اور پھر آپ نے بصرہ کے قاضی ابن سورہ کو متعین کر دیا۔

حضرت عمرؓ کی سختی کو ہم چار حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں۔

- عہد جاہلیت میں سختی
- عہد مصطفوی ﷺ میں سختی
- عہد ابو بکر صدیقؓ میں سختی
- آپ کے اپنے عہد خلافت میں سختی

عہد جاہلیت میں سختی:

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ ہجرت نبوی سے چالیس سال قبل پیدا ہوئے تھے۔اس وقت رسول اللہ صلی اللہ وسلم اپنے بچپن کے عالم میں تھے۔یہ دور بھی ایک طرح سے ایام جاہلیت میں شمار ہوتا تھا۔عربوں میں لاکھ خامیاں تھیں لیکن اس کے باوجود کچھ خوبیاں بھی تھیں جن میں عہد کی پاسداری، فہم وفراست، ذہانت، غیرت وحمیت ،شجاعت و بہادری، مہمان نوازی وغیرہ شامل ہیں۔اس دور میں یہ لوگ اپنی عزتوں کی خوب حفاظت کرتے، اپنی ناموس کی خاطر جنگ کے میدانوں میں کود پڑتے تھے۔کیونکہ ان کا نظریہ تھا کہ بزدل قومیں، بے مروت ہوتی ہیں۔یعنی انکے نزدیک بہادری مروت کی علامت سمجھی جاتی تھی۔حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے بھی چونکہ اسی ماحول میں آنکھ کھولی تھی تو آپ نے بھی اس ماحول کے اثرات کو قبول کیا تھا۔آپ کی زندگی بھی باقی عربوں سے زیادہ مختلف نہ تھی لیکن آپ عرب کے ان چند لوگوں میں شامل تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے اس کے علاوہ نسب دانی، تلوار زنی، نیزہ بازی، گھڑ سواری میں بھی خاصی مہارت رکھتے تھے۔

اپنی فہم و فراست کی بناء پر قریش کے سفیر منتخب ہو چکے تھے آپ کو لڑائی جھگڑوں میں سفیر بنا کر بھیجا جاتا[(5)] اور مشکل سے مشکل عقدہ جات بھی حل کرنے پر قدرت رکھتے تھے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

چنانچہ اس دور میں آپ کی سختی کا کوئی ایسا خاص واقعہ تو نہیں ملتا جو آپ کی قساوت قلبی پہ دلالت کرتا ہو۔ لیکن چونکہ عالم شباب میں تھے اور اوپر سے اپنے عقیدے کے بھی پکے تھے تو جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان نبوت سنا تو اہل اسلام کے دشمن بن گئے اور جسکے ایمان کے بارے معلوم ہوتا اس پہ سختی کرنے لگتے۔ آپ کی اپنی کنیز اسلام لائیں تو اس پر تشدد کرنے لگے۔ لیکن اس کے باوجود کسی ایک کو بھی اسلام سے بددل نہ کر سکے۔

عالم شباب دراصل وقت کیسا ہوتا ہے جس میں انسان بہت سے فیصلے بغیر سوچے سمجھے کر لیتا ہے بعد میں غلطی کا احساس ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر نے بھی بغیر سوچے سمجھے ان لوگوں پر سختی کی اور بعد میں جب احساس ہوا تو خود بھی اسلام سے دور نہ رہ سکے۔

لیکن اگر ہم اس بات کا بغور مطالعہ کریں تو یہ عقدہ بھی کھلتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو اپنی لونڈی کے قبول اسلام سے شدید غصہ میں آجاتے ہیں اور اس پہ سختی کرنے لگتے ہیں اور اپنی بہن اور بہنوئی کے اسلام لانے کے اپنی شدت کی انتہاء اور عروج پر پہنچ جاتے ہیں۔ یہی آپ کی زندگی کا نقطہ انقلاب (Terning point) ثابت ہوتا ہے۔ اور آپ اپنے غم و غصہ کی شدت سے یکسر موم ہو جاتے ہیں اور اسلام قبول کر لیتے ہیں۔[6]

عہد مصطفوی ﷺ میں سختی:

اسلام لانے کے بعد حضرت عمر کے مزاج میں بہت تبدیلی واقع ہوئی اسلام نے مزاج فاروقی کو اتنا ستھرا اور کھرا کر دیا تھا کے آپ کا غصہ وہ شدت آپ کے قابو میں تھی آپ کا غیظ و غضب اسلام کے تابع ہو چکا تھا اور نرمی اس قدر بڑھ چکی تھی کہ وہ کمزور اور ستم رسیدہ افراد کی غمخواری میں پیش پیش رہتے تھے اور یہی اسلام کا تقاضا بھی تھا
۔

کیونکہ اسلام ہمیشہ سے معتدل دین رہا ہے اور بے اعتدالی اور غضب سے منع کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اعتدال کو امت محمدیہ کا وصف قرار دیا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے اندر یہ مزاج کیسے آیا؟ تو اس کا جواب انتہائی سادہ اور آسان ہے کہ آپ رضی اللہ تعالی عنہ مزاج آشنائے رسول تھے ۔ آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیض پایا تھا۔ آپ کے مشاہدہ میں یہ بات تھی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کا حق پامال نہیں کیا۔ ہمیشہ اعتدال اور سہولت پسند فرمائی تو اسی روش مصطفی نے مزاج فاروقی کو متاثر کیا تھا۔ علاوہ ازیں قرآنی آیات و احکامات نے بھی آپ کو متاثر کیا تھا۔ تاریخ اس بارے میں خاموش ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے زمانہ جاہلیت میں آنسو بہائے ہوں لیکن اسلام کے بعد آپ کو جلدی ہی گریہ طاری ہو جاتا تھا۔

سورۃ الانفال میں ہے کہ

"کامل مومن تو وہی ہیں جب ان کے سامنے اللہ کا تذکرہ کیا جائے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے قرآن کی آیات پڑھی جائیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے"[7]

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے سامنے بھی آیات قرآنی تلاوت کی جاتیں تو آپ رضی اللہ تعالی عنہ پر رقت طاری ہو جاتی۔[8] بعض اوقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی بے سروسامانی دیکھ کر (اگرچہ ایسی حالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کی ہوئی تھی) آپ رونے لگ جاتے اور یوں آپ کے مزاج میں حد درجہ نرمی داخل ہو چکی تھی، اب آپ کا گریہ کبھی نالہ و بکا میں بدل جاتا تھا۔

عہد صدیقیؓ میں سختی:

عہد خلافت صدیق اکبر میں بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے کبھی بھی کسی پر نہ تو خود ناحق ظلم کیا، اور نہ ہی کسی کو کرنے دیا۔ حضرت ابو بکر کے مشیر بن کر زندگی گزاری۔ یہ کم و بیش دو اڑھائی سال کا عرصہ بنتا ہے۔ اس عرصہ میں بعض اوقات آپ صدیق اکبر کی رائے سے اختلاف کر لیتے لیکن جا کر تحمل سے حضرت ابو بکر صدیق کو مطلع کرتے کہ یہ معاملہ ایسا ہے۔ صدیق اکبرؓ یا تو اس رائے کو درست سمجھتے ہوئے مان لیتے ہیں یا پھر حضرت عمر کی اصلاح کر دیتے۔ قرآن جمع کرنے کے موضوع پر حضرت صدیق اکبر نے اپنی رائے بدل لی لیکن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ کے موضوع پر آپ نے اپنی رائے نہیں بدلی کیونکہ حضرت عمر چاہتے تھے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ کو معزول کر کے ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو فوج کا سپہ سالار مقرر کر دیا جائے۔

لیکن حضرت ابو بکر صدیقؓ ایسا نہیں چاہتے تھے لہذا اس پر حضرت عمر نے اپنی رائے دینے کے بعد خاموشی اختیار کرلی اور خلیفہ کے فیصلے کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ ایسے ہی کچھ لوگ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آکر کہنے لگے کہ فلاں جگہ پر کچھ زمین ہے وہ آپ ہمیں دے دیں تاکہ ہم ان میں کھیتی باڑی کریں۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کی رضامندی سے مشروط اجازت دے دی۔ جناب عمر نے حضرت ابو بکرؓ کی رائے سے اختلاف کیا کہ یہ زمین تمام مسلمانوں کی مشترکہ ملکیت ہے تو اس کو کسی کی انفرادی ملکیت میں کیسے دیا جاسکتا ہے؟۔ ایسے ہی تمام فتوحات زمینوں کا معاملہ ہے آپ کے اپنے دور خلافت میں یہ معاملہ اٹھا تو صحابہ کرام نے کہا کہ یہ زمینیں مجاہدین کے اندر تقسیم کر دینی چاہیے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ تمام مسلمانوں کی مشترکہ ملکیت ہیں لہذا ان کا حصہ تمام مسلمانوں کو حتیٰ کہ ہمارے بعد آنے والے مسلمانوں کو بھی پہنچنا چاہیے۔ اس معاملے میں بھی آپ نے سختی کی تھی تاکہ اسلامی ریاست کو پیش آنے والے مالی معاملات کی تدبیر کی جاسکے۔

اپنے عہد خلافت میں آپ کی سختی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں تو عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب چاہتے تو بے نیام فرمادیتے اور جب چاہتے تو نیام میں رکھ لیتے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ اطاعت گزار تھے یا زیادہ سے زیادہ حضرت عمر مشورہ عرض کر دیتے۔ لیکن خلافت کا بوجھ اٹھا کر جناب عمر کی زندگی ایسے پہلوؤں سے یکسر تبدیل ہو چکی تھی آپ رضی اللہ تعالی عنہ چھوٹی سے چھوٹی بات پر اپنا محاسبہ کرتے ہر وقت خود کا کڑا محاسبہ رکھتے۔

ایک دفعہ چند احباب آپ کے گھر کے پاس سے گزر رہے تھے تو انہوں نے سنا جناب عمر خود سے مخاطب تھے کہ

"ابن خطاب امیر المومنین بنا پھرتا ہے اور ہوش کر ابن خطاب اللہ کی اطاعت نہ کرے گا تجھے بھی عذاب دیا جائے گا"[(9)]

آپ کبھی خود لذتی میں مبتلا نہ ہوتے نہ ہی کسی کو ہونے دیتے تاکہ یہ آخرت میں آپ کو اس کا حساب نہ دینا پڑ جائے اور فقط اتنا ہی نہیں بلکہ اس سختی کا سبب یہ بھی تھا کہ آپ کے پیش نظر ہمیشہ مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ رہتی تھی کہ آپ نے کس قدر سختیوں والی زندگی گزاری تھی۔

آپ خلافت کے دوران حد درجہ نرم ہو گئے تھے خود آپ کا بیان ہے کہ

"میں سختی اس وقت تک کرتا تھا جب تک تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کی نرمی سے مستفید ہوتے تھے تو میری سختی اس کے ساتھ مل کر اعتدال کی صورت اختیار کرلیتی تھی"

آپ کی حکومت پر تبصرہ کرنے والوں کے بقول آپ کی سختی، ایذاء رسانی، قساوت جبکہ نرمی کمزوری سے خالی تھی۔ آپ ایک ہی لحظہ میں نرم بھی ہوتے تھے اور سخت طبیعت کے مالک بھی۔

آپ کی یہ سخت مزاجی فقط دوسرے لوگوں کے لیے نہ تھی بلکہ اپنے خاندان پر بھی ایسے ہی سختی کرتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ خود بھی اذیتوں میں مبتلا رہتے، خود کا سخت محاسبہ کرتے، شاید ہی کبھی آپ نے اپنے جسم کو راحت پہنچائی ہو، سختی اور نرمی کا یہی خوبصورت امتزاج آپ کی خصوصیت ہے۔ جس نے عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کو بے باک کر دیا تھا جو بعض اصحاب میں مفقود تھی بسا اوقات رسول خدا کی بارگاہ میں بصد احترام عرض کر دیتے تھے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ معاملہ ایسا کیوں نہیں ہے؟

جیسا کہ صلح حدیبیہ، پھر حرمت شراب کی خواہش، مسئلہ حجاب، بدر کے قیدیوں کے معاملہ میں آپ کی رائے وغیرہ میں سختی نظر آتی ہے اور یہاں آپ کی اس بے باقی نے آپ کو فاروق بنایا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی جرات، بے باکی، سختی، احقاق حق، وابطال باطل کے لیے تھی یہی آپ کی رائے کا بعض مقامات پر قرآن سے مطابقت کا سبب تھی۔ آپؓ کا رسول اللہ اور امت محمدیہ کے لئے یہی جذبہ خیر سگالی تھا جس نے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں میں پسندیدہ شخصیت بنایا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب عمر سے جو بھی کہتے ہیں آپ اس کو باخوشی قبول فرماتے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر نبی علیہ السلام سے عمرہ کی اجازت طلب کرنے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَيْ أُخَيَّ أَشْرِكْنَا فِي دُعَائِكَ وَلاَ تَنْسَنَا.))

"اے میرے بھائی ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں شریک رکھنا اور ہمیں بھول نہ جانا"

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں بھی بعض اوقات سیدنا عمرؓ سختی کا اظہار کرتے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا کر کم کر دیتے تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کے عہد خلافت میں بھی آپ کی یہی روش قائم رہی کہ آپ جس بات کو درست جانتے اس کی خاطر اپنی پوری کوشش کرتے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز منع کرتے، حضرت عمر اس سے رک جاتے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فعل وحی خدا ہے لیکن آپ صدیق اکبر سے اختلاف کر لیتے تھے جیسا کہ انہوں نے خالد بن ولیدؓ کے معاملہ میں کیا۔

ذیل میں آپ کی شدت و سختی کے کچھ واقعات کو پیش کیا جارہا ہے۔ جس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپؓ کن کن معاملات میں کس حد تک سخت تھے۔

قتل کا قصاص:

قتل جس کو گناہ کبیرہ قرار دیا گیا ہے اور عمداً کسی کو قتل کرنے والے کے بارے میں قرآن نے فرمایا کہ:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ﴾[10]

"اور تم اس شخص کو قتل نہ کرو جس (کے ناحق قتل کو) اللہ نے (تم پر) حرام قرار دیا ہے"۔

اس قرآنی حکم کی رو سے کسی بھی مومن کو ناحق قتل کرنا حرام ہے سورہ النساء کی آیت نمبر 93 میں بیان فرمایا کہ "جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اسکی سزا جہنم ہے[11]"۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانہ میں ایک لڑکے جس کا نام "اصیل" تھا اس کو کسی نے دھوکے سے قتل کر دیا اس کی تفتیش پر معلوم ہوا کہ اسے چار افراد نے قتل کیا ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ جب اس بات کا پتہ چلا تو آپ نے ان چاروں کو قتل کا حکم دیا اور اس کے بعد مزید فرمایا کہ

((لَوِ اشْتَرَكَ فِيهَا أَهْلُ صَنْعَاءَ لَقَتَلْتُهُمْ))[12]

"اگر اس لڑکے کے قتل میں تمام اہل صنعاء (یعنی سارے یمن والے) بھی شامل ہوتے تو میں ان سب کو (اس لڑکے کے قصاص میں) قتل کرنے کا حکم دیتا۔

اس روایت سے پتا چلتا ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب نے اللہ کے حکم کو نافذ کرنے کے لئے یہ فرمایا تھا تاکہ لوگ ڈر کر قتل سے باز آجائیں۔

شراب نوشی کی سزا:

شراب جسے ام الخبائث یعنی تمام برائیوں کی جڑ قرار دیا گیا ہے، کیونکہ شراب سے بہت سی اخلاقی و جسمانی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرابی کو چالیس کوڑے لگائے، بعض اوقات چھڑی اور جوتے سے مارا اور حضرت ابو بکر صدیق نے شرابی کو چالیس کوڑے مارے[13]۔

بعد میں حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانہ مبارک میں اسلام کی حدود پھیلنے لگی اور فتوحات کا دائرہ وسیع تر ہونے لگا لوگوں میں خوشحالی پہلے کی بنسبت زیادہ ہونے لگی۔ جو نو مسلم اسلامی ماحول سے قدرے ناآشنا تھے اور جنہیں رسول اللہ ﷺ اور اصحاب رسول کی صحبت میسر نہ آئی تھی۔ اسلامی آداب و اخلاقیات سے بھی ناآشنا تھے۔ انکی اکثریت شراب نوشی کرنے لگی۔

یہ مسئلہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے سامنے آیا، تو آپ کو خاصی تشویش لاحق ہوئی، کہ لوگوں پہ چالیس کوڑوں کا اثر ہی نہیں ہوتا اور بہت سارے لوگ بار بار شراب پیتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کیا۔ اسی دوران وبرہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ کا پیغام لے کر حاضر ہو گئے اور سارا معاملہ بیان کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے گرد بیٹھے افراد کی طرف اشارہ کیا اور یہ لوگ اس بارے میں فیصلہ کریں گے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالی عنہ فرمانے لگے کہ شرابی شراب نوش کر کے بدگوئی کرتا ہے اور کسی پر تہمت لگا بیٹھتا ہے اور بہتان کی سزا اسی کوڑے ہے۔ لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ اسے (تعزیراً) اَسّی کوڑے مارے جائیں[14]۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ آپ نے بنو ثقیف کے ایک بندے کے گھر کو دیکھا جس میں شراب تیار کی جاتی تھی تو آپ نے اس کے گھر کو جلانے کا حکم دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ برائی کا دروازہ بند کرنے کی ساری کوشش کرتے تھے تاکہ برائی کو جڑ سے ہی اکھاڑا جاسکے، اسی لئے آپ نے اس معاملہ میں سختی برتی تاکہ شراب نوشی کا دروازہ بند کیا جاسکے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

وراثت سلب کرنے پہ سزا:

قرآن حکیم نے عورت کو اس کے شوہر کے مرنے کے بعد وراثت کا حقدار بنایا ہے چنانچہ اگر اس کی اولاد ہو تو ثمن یعنی 8/1 جب کہ اولاد نہ ہونے کی صورت میں ربع یعنی 4/1 ملتا ہے۔

چنانچہ عرب میں ایک شخص غیلان ثقفی تھا جو دس(10) ازواج والا مشہور تھا۔ چنانچہ اسلام قبول کرتے ہی چار کا انتخاب کر لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانہ مبارک میں آپ تک خبر پہنچی کہ اس نے اپنی ازواج کو طلاق دی ہے کیونکہ اسے لگتا ہے کہ وہ مرنے والا ہے اور وہ انہیں وراثت میں حصہ نہیں دینا چاہتا لہٰذا اس نے اپنا سارا مال اپنی اولاد میں تقسیم کر دیا ہے[15]۔

چنانچہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اس سے پوچھا کہ تم نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے ؟۔اس نے کہا: ہاں۔ تو آپؓ نے فرمایا: اگر تم نے اپنی اولاد سے وراثت لے کر اپنی ازواج کو نہ دی اور ان سے رجوع نہ کیا تو تمہارا حشر بہت برا کروں گا۔ تیرے بیٹوں سے مال لے کر تیری بیویوں کا حق ان کو دوں گا۔ تیرے مرنے کے بعد تیری قبر کا حشر ابو رُغال کی طرح ہو گا اہل عرب اس کی قبر پر پتھر مارتے تھے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی اس سخت مزاجی کی وجہ سے اس نے اپنی بیویوں کو ان کا حق دے دیا بلکہ ساتھ ہی ان کے رجوع بھی کر لیا[16]۔

منافقین کے بارے میں سخت رویہ:

اسلام کو روز ازل سے جن دشمنوں کا سامنا ہے ان میں ایک طبقہ منافقین کا بھی ہے جن کے ساتھ قرآن نے بھی مخاصمہ کیا ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ غیظ المنافقین بھی تھے آپ کو دیکھ کر شیطان راستہ بدل لیتا تھا یہ کیسے ممکن ہو سکتا تھا کہ کوئی منافق آپؓ کے ہوتے ہوئے گستاخی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کر دے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانہ میں ایک امام مسجد تھا جو دل میں بغض رکھ کر سورہ عبس پڑھتا تھا کیونکہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالی کی طرف سے تنبیہ فرمائی گئی ہے تو آپ کو جب علم ہوا کہ وہ فقط یہی سورت پڑھتا ہے تو آپ نے اس کی گردن اڑا دی[17]۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کس قدر محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مستغرق تھے، اسی وجہ آپ نے اس منافق پہ سختی کرتے ہوئے اسکو قتل کر دیا تھا۔

اس جیسے بے شمار مواقع آئے جب سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ گستاخانِ رسول کے سامنے کھڑے ہوئے حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ ہم بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھے مال غنیمت تقسیم ہو رہا تھا بنو تمیم قبیلے کا ذوالخویصرہ نامی شخص آیا اور گستاخانہ لہجے میں بولا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصاف کریں آپ علیہ السلام فرمانے لگے:

((وَيْلَكَ، وَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلِ))[18]

تجھ پر افسوس اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو پھر کون انصاف کرے گا؟

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ نے بس یہ سنا ہی تھا کہ تلوار میان سے نکال لی اور بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کرنے لگے اے اللہ کے رسول مجھے اجازت عطا فرمائیے تاکہ اس گستاخ کو جہنم واصل کر سکوں آپ علیہ السلام نے حضرت عمر کو اس سے منع کر دیا[19]

اسی طرح ایک اور روایت بھی ملتی ہے جس میں سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک منافق کی گردن اڑا دی تھی کیونکہ اس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو ماننے سے انکار کر دیا تھا ایک منافق اور یہودی کا کسی بات پر تنازعہ ہو گیا یہودی نے کہا ہم اپنا فیصلہ ابو القاسم سے کرواتے ہیں، جبکہ منافق فیصلہ لے کر کعب بن اشرف کے پاس جانا چاہتا تھا، کیونکہ وہ رشوت لے کر فیصلے کرتا تھا اور یہودی حق پر تھا جب کہ منافق جھگڑا کر رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس فیصلہ لایا گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی کے حق میں فیصلہ سنا دیا اور یہ بات منافق کو ناگوار گزری اس نے کہا چلو ٹھیک ہے۔ ہم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فیصلہ کروا لیتے ہیں۔ ان کے پاس پہنچے تو یہودی بولا: کہ ہم نے آپ کے پاس آنے سے قبل رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ بھی کروالیا ہے اور انہوں نے فیصلہ میرے حق میں کر دیا ہے، لیکن اس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر اعتراض ہے اس لیے اس نے کہا کہ اب فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے فیصلے کو حتمی مانتے ہوئے ان کے پاس چلے جاتے ہیں۔ اتنی بات سنی تھی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

کہ فاروق اعظم طیش میں آ گئے اور تلوار کے ساتھ اس کی گردن اڑادی۔ جب اس کے گھر والوں کو پتا چلا تو یہ لوگ اکٹھے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جناب فاروق اعظم کی شکایت کیلئے پہنچ گئے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جناب فاروق اعظم عرض گزار ہوئے یارسول اللہ میں نے تو اس کو اس لیے قتل کیا ہے کہ اس نے آپ کے فیصلے کو قبول نہیں کیا تھا اس کے بعد حضرت جبریل امین تشریف لائے اور انہوں نے کہا ہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے حق و باطل کے مابین فیصلہ کر دیا ہے اور رسول خدا نے سیدنا عمر فاروق کو فاروق کا لقب عطا فرمایا۔[20]

اس منافق کے ذہن میں تھا کہ یہودی کا نام سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ آپے سے باہر ہو جائیں گے اور اس یہودی کو قتل کر دیں گے اور میرے حق میں فیصلہ ہو جائے گا لیکن سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ غیظ المنافقین اور عادل صحابی بھی تھے۔ اس لیے فرمایا کہ "کہ جو اللہ اور رسول کے فیصلوں سے راضی نہیں ہوتا عمر اس کا فیصلہ اپنی تلوار سے کرتا ہے"۔

حضرت حاطب کے معاملہ میں سختی:

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ فتنہ کا باعث بننے والی کسی چیز سے بھی درگزر نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ اگرچہ معزز صحابی رسول تھے لیکن جب انہوں نے بھی قریش کو خط لکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگ کی تیاریوں کے بارے میں آگاہ کیا تو رسول خدا نے حضرت علی زبیر اور مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہم کو فورا بھیجا کہ "روضہ خاخ" کے پاس اس ایک عورت ہے۔ جس کے پاس خط ہے وہ خط لے کر آؤ۔ یہ تینوں اصحاب رسول وہاں پہنچے تو اس عورت نے خط کا انکار کر دیا۔ اب یہاں پر حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کبھی جھوٹی نہیں ہو سکتی۔ تم وہ خط نکال دو یا پھر ہم تمہیں برہنہ کر کے تلاشی لیں گے۔ اس سے وہ عورت خوفزدہ ہو گئی اور اس نے خط نکال دیا۔ یہ خط لے کر بارگاہ رسالت میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کو طلب کر لیا اور سارا معاملہ پوچھا تو وہ بولے یارسول اللہ میں مرتد نہیں ہوا۔ میں نے یہ خط اس لیے لکھا کہ میرا خاندان مکہ میں ہے اور میں انہیں بچانا چاہتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عذر قبول کر لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اجازت طلب کی یارسول اللہ اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اتار دوں۔ لیکن رسول خدا صلی اللہ وسلم نے فرمایا عمر یہ بدری صحابی ہیں اور بدریوں سے اللہ فرما چکا ہے کہ تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے[21]۔

مزاج فاروقی پہ نبوی اثرات:

اللہ تعالی کے اس جہان میں بے شمار عظیم شخصیات پیدا ہوئیں، بہت قائدین، واعظین، مصلحین آئے۔ بہت سی اصلاحی، انقلابی، تعمیری تحریکیں اٹھیں، جنہوں نے اس دنیا کے ظاہری نظام کو بدلنے کی کوشش کی۔ اس سارے ماحول میں ایک چیز جسے نظر انداز کیا جا رہا تھا وہ تھا انسان کا باطن اور "قلبی نظام" انسان کے باطن کو سنوارنے کے لیے رسول اللہ نے سب سے زیادہ زور دیا اور انسانی طبیعت پر براہ راست تبدیلی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باطن کی تبدیلی کا مرکز دل کو قرار دیا فرمایا:

((أَلاَ وَإِنَّ فِي الجَسَدِ مُضْغَةً: إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الجَسَدُ كُلُّهُ، أَلاَ وَهِيَ القَلْبُ))[22]

"سنو! جسم میں ایک لوتھڑا ہے، جب یہ صحیح ہو تو سارا جسم صحیح رہتا ہے اور جب یہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے سنو! وہی دل ہے"۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام انسان کے جسم کا مرکز دل کو قرار دیتا ہے۔ جو اہمیت انسانی جسم میں دل کی ہے وہ کسی اور عضو کی نہیں۔ اسی طرح ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے دل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

((التَّقْوَى هَهُنَا))[23]

"تقوی کا مرکز دل ہے"

مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ، وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ))[24]

"بلاشبہ اللہ تمہارے چہروں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا، اور لیکن (البتہ) تمہارے دلوں کی طرف (ضرور) دیکھتا ہے"۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

اس حدیث مبارکہ میں بھی دل کا ذکر ہے۔اسلام نے دل ہی پر کیوں اتنا زور دیا باقی اجزاء جسمانیہ پر زور کیوں نہ دیا؟اس کی وجہ یہ ہے کہ قلب کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ اپنی لطافت کے بسبب بے حد وسیع ہے۔اللہ کا نور جو زمین و آسمان کی وسعتوں میں نہیں سما سکتا،وہ بندہ مومن کے دل میں سما جاتا ہے۔الفاظ زبان پر ہوتے ہیں لیکن ان کا اصل جوہر یعنی کیفیت دل میں ہوتی ہے۔اور یہی تصدیق قلبی ہے۔یہ کیفیات ایک دل سے دوسرے میں گھر کرتی چلی جاتیں۔نبی علیہ السلام کی صحبت مبارکہ میں بیٹھنے والے اصحاب کے دل پر رسول اللہ سلم کی نظر ہوتی تھی۔آپ ان کے دلوں پر نظر فرماتے اور ان کے دلوں کی اصلاح کر دیتے۔اس کے علاوہ کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ کوئی کسی کی جان کا دشمن ہو لیکن اس کی صحبت میں جاتے ہی نرم ہو جائے۔بات بات پر لڑنے جھگڑنے والے آپس میں مضبوط چٹان کی طرح ایک جسم کیسے ہو گئے؟

تو اس سارے عمل کے پیچھے رسول اللہ سلم کی نگاہ ناز تھی جنہوں نے نظر ڈال کر ان کے دلوں کو پاک صاف کر دیا تھا۔

انسانی مزاج کا تعلق براہ راست اس کے دل کے ساتھ ہوتا ہے کہ اس کا دل کیسا ہے؟. قرآن نے دلوں کی کئی اقسام بتائی ہیں۔کچھ دل سخت،کچھ نرم،کچھ میلے اور کچھ صاف ہوتے ہیں۔تو جیسے انسان کا دل ہو گا ویسے ہی اس کا مزاج ہو گا۔حضرت رسول اللہ صلی وسلم کی زیر تربیت رہنے والے جناب فاروق اعظم بھی مزاج شناس رسول تھے اور رسول اللہ سلم کی صحبت کے ان کے مزاج پہ واضح اثرات تھے۔

اس صحبت سے آپ کے مزاج پر جو سب سے بڑا اثر پڑا وہ تھا آپ کی سختی اور شدت میں کمی آ جانا اور شدت اور سختی کا فقط اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہی رہ جانا، جیسا کہ اس پر تفصیلا گفتگو گزر چکی ہے، کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور رسول اللہ نے حضرت عمر کے سینے پر ہاتھ مار کر دعا فرمائی۔

((اللَّهُمَّ أَخْرِجْ مَا فِي صَدْرِهِ مِنْ غِلٍّ وَأَبْدِلْهُ إِيمَانًا)) [25]

"اے اللہ عمر کے دل میں موجود غل (جو عہد جاہلیت کا اثر ہے) اسکو (باہر) نکال دے،اور اس کی جگہ (عمر کے دل میں) اسلام داخل فرما"۔

اس سے حضرت عمر کے مزاج پر خصوصی اثر مرتب ہوا اور اس سے آپ ایمان کے نور سے معمور ہو گئے۔اس کے علاوہ آپ چونکہ شدید تھے،اور جلدی غصہ آ جاتا تھا،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت یہ غصہ ٹھنڈا کر دیتی تھی۔آپ حضرت عمرؓ کو سمجھاتے جیسا کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالی عنہ کے معاملے میں ہوا حضرت عمرؓ نے تو ان پر تلوار نکالی تھی اور رسول اللہ ﷺ سے اجازت بھی طلب کی تھی، لیکن آپ نے منع کر دیا اور فرمایا: عمر یہ بدری صحابی ہیں اور بدری صحابہ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے ہیں تو یہی حضرت عمرؓ اپنا غصہ ختم کر لیتے اور ٹھنڈے ہو جاتے۔تو رسول اللہ ﷺ کی صحبت کا اثر تھا کہ اتنے سخت مزاج دکھنے والے عمر نرم دل ہو گئے۔

تو مزاج فاروق اعظمؓ کو بدلنے میں ایک تو اللہ سے مانگی ہوئی دعا تھی دوسرا صحبت مصطفیٰ اور تیسرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی شگفتہ مزاجی جس نے مزاج فاروق اعظم کو بدل دیا تھا۔

خلاصہ بحث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایسے شخصیت تھے جنکی زبان پہ اللہ نے حق جاری کر دیا تھا کہ آپ کبھی حق بات کہنے سے نہیں شرماتے تھی۔اسی وجہ سے آپ اس قدر بے باک تھے۔آپ کا اللہ کے احکامات میں سختی کرنا آپ کے حق میں خصوصیت تھا۔آپ اگرچہ دینی معاملات میں سختی کرتے لیکن آپ سنگدل نا تھے۔رسول اللہ زمانہ مبارک میں آپ رسول اللہ کی تلوار بے نیام تھے جسے مصطفیٰ جب چاہتے نیام میں رکھ لیتے۔آپ نے اپنے عہد خلافت میں بہت زیادہ نرمی اختیار کر لی تھی۔

آپ معاملات خلافت میں کوتاہی برداشت نہیں کرتے تھے،اپنے گورنروں کی کوتاہیوں پہ بھی گوشمالی فرماتے جس کی وجہ سے آپ کے دور خلافت میں سب سیدھے رہے اور رعایا کو فائدہ پہنچاتے تھے۔اسی وجہ سے آپ کے دور حکومت میں کوئی فتنہ تک سر نا اٹھا سکا۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ رضی اللہ عنہ کی خلاف ورزی ہو یا حد شراب کو مقرر کرنا، منافقین پہ سختی ہو یا عمال کا محاسبہ کرنا، ان تمام معاملات میں حضرت عمرؓ اپنی سختی کی وجہ سے اسلام میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ آپؓ کی یہی سختی آپ کو فاروقؓ بناتی ہے۔

حوالہ جات وحواشی

1۔ أبو داود "سنن أبي داود" (بيروت: المكتبة العصرية)، كتاب اللباس، باب ماجاء في إسبال الإزار، ج:4، ص:57، الرقم 4089

2۔ أبو عبد الله محمد بن يزيد ابن ماجة "سنن ابن ماجه" (دار إحياء الكتب العربية)، باب في فضائل أصحاب رسول الله ﷺ، فضائل زيد بن ثابت، ج:1، ص:55، الرقم:154

3۔ مسلم "صحيح مسلم" (بيروت: دار إحياء التراث العربي)، كتاب الطهارة، باب استحباب إطالة الغرة والتحجيل في الوضوء، ج:1، ص:218، الرقم:249

4۔ الدكتور محمد رواس قلعه جي، موسوعة فقه عمر بن الخطاب، (بيروت: دار النفائس، ط۔4:1989م) ص:722-724

5۔ القرطبي "الاستيعاب في معرفة الأصحاب" (بيروت: دار الجيل، ط1:1412ھ)، باب عمر بن الخطاب، ج:3، ص:1147

6۔ أحمد بن حنبل "فضائل الصحابة" (بيروت: مؤسسة الرسالة، ط۔1:1403ھ) ج:1، ص:279۔ الرقم:371

7۔ القرآن، الانفال 8:2

8۔ ابن سعد، "الطبقات الكبرى" (بيروت: دار الكتب العلمية، ط۔1:1990م)، ج:2، ص51

9۔ ڈاکٹر طه حسین "الشیخان"، مترجم: شاہ حسن عطا، (کراچی: نفیس اکیڈمی) ص134

10۔ القرآن، الاسراء 33:17

11۔ القرآن، النساء 93:4

12۔ بخاري "صحيح البخاري"، (مصر: دار طوق النجاة، ط1:1422) كتاب الديات، باب إذا أصاب قوم من رجل، هل يعاقب أو يقتص منهم كلهم، ج:9، ص:8، الرقم:6896

13۔ ایضا، كتاب الحدود، باب ماجاء في ضرب شارب الخمر، ج:8، ص:157، الرقم:6773

14۔ محمد بن أبي بكر، ابن قيم الجوزية "إعلام الموقعين عن رب العالمين" (بيروت: دار الكتب العلمية، ط۔1:1991م)، كتاب عمر في القضاء وشرحه، فصل القول في القياس، قياس الصحابة حد الشرب على حد القذف، ج:1، ص:161

15۔ أبو بكر عبد الرزاق "المصنف" (الهند: المجلس العلمي، ط۔2:، 1403ھ) كتاب الطلاق، باب: تقول: طلقني وهو مريض وتقول الورثة: صحيح، ج:7، ص66، الرقم:12216

16۔ ایضا، ج:7، ص66، الرقم:12216

17۔ إسماعيل حقي الخلوتي "روح البیان فی تفسیر القرآن" (بيروت: دار الفكر) ج:10، ص:331، تحت آیت عبس 3:80

18۔ بخاري "الصحيح البخاري"، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، ج:4، ص:200، الرقم:3610

19۔ ایضا، ج:4، ص:200، الرقم:3610

20۔ أبو الفداء إسماعيل بن كثير "تفسير القرآن العظيم" (دار طيبة للنشر والتوزيع، ط۔2:1990م) ج:2، ص88 تحت آية النساء 60:4

21۔ بخاري "صحيح البخاري" كتاب الجهاد والسير، باب الجاسوس، ج:4، ص:59، الرقم:3007

22۔ بخاري "صحيح البخاري" كتاب الإيمان، باب فضل من استبرأ لدينه، ج:1، ص20، الرقم:52

23۔ أحمد بن الحسين أبو بكر البيهقي "السنن الكبرى" (بيروت: دار الكتب العلمية، ط۔3:2003م) كتاب الحدود، باب ماجاء في تحريم القذف، ج:4، ص:425، الرقم:17129

24۔ مسلم "صحيح مسلم" (بيروت: دار إحياء التراث العربي) كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم ظلم المسلم، وخذله، واحتقاره ودمه، وعرضه، وماله، ج:4، ص1987، الرقم:2564

25۔ الحاكم محمد بن عبد الله "المستدرک علی الصحیحین" (بيروت: دار الكتب العلمية، ط۔1:1990م) كتاب معرفة الصحابة، ومن مناقب أمير المؤمنين عمر بن الخطابؓ، ج:3، ص91، الرقم:4492